OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

تعلیماتِ اسلام کے جمالیاتی پہلو اور ان کے تہذیبی اثرات

The Aesthetic aspects of Islamic teachings and their Cultural Impact

Syed Haroon Gull Shah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Tahir Masood Qazi
Associate Professor, Head: The Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
Dr Hafiz Muhammad Hamid
PhD. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.
(Corresponding Author: hmhamidfaridi@gmil.com)

Abstract

Allah Almighty is the creature of this marvelous universe which is a master of His artistic creation. Everything in this universe glorifies Him with His prays in his own way and style. Having a thoughtful glance, we come to know that all these beautiful manifestations are the aesthetics signs of a glorious and dignified Creature.

Man is such a beautiful and versatile creation as it deserves to be the best owing to its excellent attributes. He can grow, move, talk and think which lack other creations according to their status and stature. So, it is obvious that the Beautiful Creature (احسن الخالقین) created not only beauty but beautiful creation in a beautiful formation for beautiful deeds and actions following the beautiful role model of the great Prophet Muhammadﷺ.

Likewise are His teachings which are encompassed in His last Holy Book "Quran." Every teaching of this Holy Book is the reflection of

CC BY

beauty of the creator. The esteemed Revealer made His last Prophet Muhammadﷺan embodiment of His glorious and multifarious teaching called "Islam" or "Shariat." The dignified creator declared His last prophet the beautiful "Role Model" اُسوہ حسنہ for mankind. These teachings left indelible imprints on all walks of life. As for as civilization and culture is concerned, Islam left no stone unturned in its beautification and betterment which ultimately decorates human life as per standards of righteousness.

Key Words: Islam, Attraction, Jamaal, Zeenat, Husn, Ehsan, Beauty

تعارف موضوع (Introduction):

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جو اول ہے مگر ابتداء سے پاک ہے۔ آخر ہے مگر انتہا سے پاک ہے۔ہمیشہ موجود ہے ،ہمیشہ موجود رہے گا۔ دائمی بقا کا مالک ہے جس کو کبھی کوئی زوال نہیں۔ وہ تمام مخلوقات کا خالق ومالک ہے۔ جن و انس اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اس نے تمام اقسامِ مخلوق کو اپنی معبودیت کی دلیل بنادیا۔ سو ہر مخلوق شدہ چیز اس کی واحدانیت پر شہادت دے رہی ہے اور ہر پیدا ہونے والی شے اس کی ربوبیت پر دلالت کر رہی ہے۔ اس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

احسن الخالقین خدا نے اپنی بہترین تخلیق یعنی انسان کو بھی احسن تقویم پر پیدا کیا ہے اور اس کا بنیادی وظیفہ حیات قرار دیا تو یہی کہ "لیبلوکم ایکم احسن عملا" یعنی یہ دیکھا جاسکے کہ ان میں سے کون خوبصورت عمل کرتا ہے۔ کیونکہ جو احسن عمل کرے گا وہی حسن مآب یعنی بہترین انجام اور حسن خاتمہ تک پہنچے گا۔ پیغمبر ﷺ جمال و کمال نے انسانوں کو جو ابدی ضابطہ حیات عطا کیا اسے بھی احسن الحدیث اور احسن القصص جیسے عنوانات سے معنون کیا اور جب دعا سکھائی تو اس میں بھی دنیائے حسنہ کے ساتھ آخرت حسنہ بھی طلب کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیشِ نظر زندگی ہر سمت اور زاویے سے حسن و جمال کا وہ مجموعہ دکھائی دیتی ہے جسے حسن ہی کے زاویے سے دیکھنے اور گزارنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے صحیفہ فطرت میں بھی ارشاد ہوا:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلۡإِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ٥ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ٥ وَإِلَى ٱلۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ٥ وَإِلَى ٱلۡأَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ٥[1]

(کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح وہ گاڑ دیے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح وہ بچھائی گئی ہے۔)

مثال کے طور پر عقیدہ توحید جہاں اسلامی تعلیمات کا سب سے بنیادی اور ابتدائی عقیدہ ہے، وہیں جمالیاتی اعتبار سے یہ انسانی شخصیت سے معاشرہ تک کو وہ وحدتِ فکر و عمل عطا کرتا ہے۔

جو بقائے انسانی کے لیے ناگزیر ہے۔ ورنہ زندگی اتنی پراگندہ اور منتشر ہو جائے کہ انسان اس روئے زمین پر رہتے ہوئے گھٹن محسوس کرنے لگے۔

جمالیات کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

جمالیات کی تعریف:

جمالیات فلسفے کی ایک شاخ ہے جو فن، حسن اور اعلیٰ ذوق کی فطرت اور تعریف کرنے سے متعلق ہے۔ اسے فن، ثقافت اور فطرت کے تنقیدی جائزے کے طور پر بھی بیان کیا جاتا ہے۔ یونانی زبان میں "Aesthetics" کا لفظ "جمالیات" کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے معنی "شعور احساسِ ادراک" ہے۔

احمد صدیق مجنون (گورکھ پوری) "تاریخ جمالیات" میں جمالیات کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

"جمالیات کی طرح "Aesthetics" زیادہ مختصر اور جامع اصطلاح ہے۔ جمالیات اپنے لغوی معنوں میں، ان چیزوں سے متعلق ہے جو حواس خصوصی طور پر جمالیاتی حس سے متعلق ہیں۔"[2]

علم اللسانیات میں اس کی عربی اصطلاح پر غور کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ عربی زبان کے لفظ "جمل" سے لیا گیا ہے۔ جمل کا لفظ عربی ثقافت میں "فخر اور عظمت" کی علامت تھا۔[3]

عربی کے ایک جرمن پروفیسر Hans Wehr کی لکھی ہوئی جدید عربی لغت ان اصطلاحات کا ترجمہ ایسے کرتی ہے:

"جمالیات اور حسن کا مطلب 'دلکش' اور جمیل کے معنی خوبصورت، دلکش، پُروقار اور پیارا وغیرہ ہیں۔"[4]

حسن کی تعریف:

افلاطون کے بقول: حسن سچائی کی شان ہے۔ حسن سورج کی مانند ہے۔ یہ لمبی مسافت طے نہیں کرتا، کسی بھی عقلی سمجھوتے کے بغیر، اس کے رستے محبت کی طرح آزاد، سیدھے اور بے حساب ہیں جن کے ساتھ یہ وابستہ ہوتا ہے۔ یہ زخموں کو مندمل کر سکتا ہے، ان کو آزاد کر دیتا ہے، تسلی و تشفی کرتا ہے، ساتھ ملا سکتا ہے اور اپنی آب و تاب سے منزل کو پا سکتا ہے۔ حسن، عالمگیر خوشی کے چند پہلوؤں کی تابناکی کا نام ہے۔ یہ محدود ذریعے سے بیان کی گئی لامحدود شے کا نام ہے۔

خوبصورت: خوبصورت وہ نہیں ہے جس سے ہم پیار کرتے ہیں یا پھر کیونکہ ہم اسے چاہتے ہیں بلکہ خوبصورت شے وہ ہے جسے اس کی بنیادی اقدار کی وجہ سے ہم پیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

افلاطون اس بات کی دلیل دیتاہے کہ خوبصورتی کا منبع علمی، حقیقی، عقلی اور قابل پیمائش ہے۔وہ مزید کہتاہے کہ جیومیٹری کی سادہ اشکال، سادہ رنگ اور موسیقی کے سُر، سب میں کشش رکھنے والے کے لیے ایک خالص خوشی موجود ہوتی ہے جس کے معنی ناقابل بیان ہوتے ہیں۔"[5]

امام غزالی ؒ نے خوبصورتی کے اس تصور کی نہایت ہی اعلیٰ الفاظ میں وضاحت کی ہے:

"برابری اور تناسب، حسن کے دو پہلو ہیں۔ ہر سلجھی ہوئی چیز عقلی طور پر اپنے تناسب کے لحاظ سے سمجھی اور محسوس کی جاتی ہے۔ اس لیے خوبصورتی سے مراد ہے کہ انسان اندرونی اور بیرونی دنیا دونوں ہی کے تناسب کو جانچ سکے اور اس کے ہم وزن تمام پہلوؤں کو تلاش کر سکے۔"[6]

امام جعفر صادق ؒ جنہوں نے اپنے ایک طالب علم مفضل کو درس دیتے ہوئے، یونانی فلسفیوں کے نقطہ نظر سے مطابقت پیدا کرتے ہوئے قرآن کی اس آیت کی متفکر تشریح کی:

"مفضل! یہ جان لو کہ یونانی زبان میں اس دنیا کے لیے لفظ کائنات (Cosmos) استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد حسن ہے۔ چونکہ یونانی فلسفیوں نے اس دنیا میں تناسب اور نظم وضبط کے انتہائی نفیس نظام کا مشاہدہ کیا ہے، اس لیے انہوں نے اس کو 'دنیا' کے نام سے موسوم کیا۔ وہ اس کو تناسب کے نظام سے مخاطب نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اسے کائنات اور حسن کہنے پر ترجیح دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کائنات انتہائی منظم، خوبصورت اور بااصول ساخت رکھتی ہے۔"[7]

علامہ اقبال کا نظریہ جمالیات:

علامہ محمد اقبالؒ جو شاید گزشتہ دو صدیوں میں برصغیر کے آخری روشن خیال فلسفی گزرے ہیں، خوبصورتی کی تعریف کرتے ہوئے اسے کاملیت، جدوجہد، محبت اور عزت نفس سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کا بنیادی رجحان خوبصورتی کے ذاتی احساس / ادراک پر ہے۔ وہ اپنے قاری کو اس بات پر قائل کرتے ہیں کہ وہ اپنے اندر جمالیاتی حسن پیدا کرے اور اس کائنات کے حسن کا مشاہدہ کرے۔[8]

جمالیاتی قانونِ تزویج اور فن:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"کائنات کی طرح فن کی دنیا میں بھی جمالیاتی قانون تزویج کی علم برداری اور "تزویجی عمل" کے بغیر کوئی فنی تخلیق معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ یہ ایک کھلا راز ہے کہ نہ تو مصور ایک رنگ سے تصویر بنا سکتاہے اور نہ مغنی ایک آہنگ سے نغمہ پیدا کر سکتا ہے۔ تصویر ہو یا نغمہ ان کی تخلیق کے لیے بالترتیب کم سے کم دو متضاد یا مختلف رنگوں اور دو مختلف یا متضاد آہنگوں یا سُروں کی حاجت ہوتی ہے۔"[9]

کائنات کی ہر شے میں اس کی جمالیاتی تقدیری موزونی کے مطابق جمال و جلال ہے اور ہر چیز ان کا اظہار موقع و محل کے مطابق اضطراری یا جبلی طور پر کرتی ہے، لیکن جہاں تک انسان کا تعلق ہے اسے ارادہ واختیار کی آزادی حاصل ہے۔

جمالیات کی تاریخ:

انسان فطرتاً صوری و معنوی طور پر حسین ہے اور حسن کی طلب اور جستجو رکھتا ہے اور قبح سے طبعاً نفرت کرتا ہے۔انسان کا موضوعی و معروضی شیطان جو اس کا ازلی وپیدائشی دشمن ہے،اس جمالیاتی فطری راز سے واقف ہے۔اس لیے وہ اپنے جمالیاتی فریب سے انسان کو اس کے داعیات وخواہشات ،افکارونظریات اور خیالات واعتقادات خوشنما ودلفریب بنا کر دکھاتا ہے۔چاہے وہ کتنے ہی قبیح وباطل کیوں نہ ہوں۔اس طرح شیطان اپنے شکار انسان کو باطل پسندوکاذب ،حسن کو روکورذوق اور حق کوروقبح کاربنانے میں کوشاں رہتا ہے۔اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے تو انسان کی عقل سلیم جو اس کی ناصح ودوست مرشد اور رہنما ہے، شیطان کی ہم نوا و دوست اور پیروکار آلہ کار بن جاتی ہے۔نتیجتاً شیطان انسان میں اپنی "روح شیطنت" پھونکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور عقل اس کی طرح نہ صرف عیار وحیلہ ساز اور مکار وفریب کار بلکہ حریف آدم بن جاتا ہے۔جس کے لیے ہم نے "عقل طاغوت" کی تعبیر اختیار کی ہے۔اگر انسان میں قدرت کی طرف سے روح اخلاقی بھی ودیعت کی گئی ہو تو روح طاغوتی انسان کو ان قبیح وباطل نظریات واسالیب، تفلسف کی موجد وعلمبردار بنادیتی ہے جنہیں فلسفہ جدید یا سیکولر فلسفہ کہتے ہیں۔فلسفہ جدید کی دنیا کی میں زیادہ معروف ومقبول اسالیب تفکر تفلسف یہ ہیں: منطقی ایجابیت، سائنسی تجربیت، لسانیاتی ااستقصائیت، نفسیاتی تحلیل، مارکسی جدلیات، وجودیت وغیرہ

یہ اور اس قسم کے فلسفیانہ نظریات اورایصالی تفلسف کی مقبولیت وشہرت کے متعدد عوامل ومحرکات ہیں جن کے پس منظر میں یہود کی عالم گیر صہیونی تحریک کار فرما ہے۔جس کی غایت الغایات اقوام عالم پر حکومت کرنا ہے۔چنانچہ یہود کمال مکاری وچابک دستی اور شیطانی جمالیاتی فریب کاری وجعل سازی کے ذریعے دنیا بھر کی نژاد نو کو بالخصوص علمی، ادبی، ثقافتی سازشوں اور جملہ ذرائع ابلاغ (مثلاً سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر، ریڈیو، تھیٹر، ابلیسی سیاہ تفرج گاہوں ،رقص گاہوں قمار خانوں، میکدوں، نیز مخرب الاخلاق اور حسن کور وکور ذوق بنانے والے فحش وعریاں رسالوں ،کتابوں، اشتہاروں، تصویروں، فلموں اور گانوں وغیرہ) کے ذریعے اسے اس کے دین وشریعت اور اخلاق وثقافتی روایات سے بد ظن وبرگشتہ کر کے اس کے اندر سے روح ایمانی کو نکالنے میں کوشاں ہیں۔ان کی یہ کوشش منصوبہ بندوں، دیرپا منظم وپہلو دار اور دوررس اثرات کی حامل ابلیسی سازش ہے۔[10]

پاک صحیفوں میں جمالیات:

پاک انجیل جو قرآن سے پہلے نازل شدہ صحیفوں کا مجموعہ ہے، جمالیات اور خوبصورتی کو موسیقی اور آلات موسیقی کے حوالے سے بیان کرتی ہے۔جب موسیٰؑ کی بہن اور بھائی ہارونؑ نے فرعون کے ظلم سے نجات حاصل کی تو مریمؑ نے ڈفلی بجائی۔تورات کے باب خروج میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے گیت اور اس وقت خوشی کے لمحات کا ذکر کچھ یوں کیا گیا ہے:

"جب فرعون کے گھوڑے اپنے چھکڑوں اور سپاہیوں سمیت سمندر میں داخل ہوئے۔ پروردگار نے سمندر کے پانی میں اسے غرق کر دیا لیکن بنی اسرائیل کی قوم سمندر کے درمیان خشک زمین پر چلتی رہی۔ پھر مریمؑ جو کہ پیغمبرؑ اور ہارونؑ کی بہن ہیں، ہاتھ میں ایک ڈفلی بجائی اور پھر تمام عورتیں ان کی پیروی میں ڈفلی بجانے اور رقص کرنے لگیں۔"[11]

مریم کا گیت مردوں کے جواب میں:

"خدائے ذوالجلال کی تعریف کیونکہ وہ انتہائی تعریف کے قابل ذات ہے۔ اس نے فرعون کے گھوڑے اور سازوسامان کو سمندر میں غرق کر دیا۔"[12] تاریخ کے صفحات میں درج ہے کہ جب پیغمبر سلیمانؑ کو مقدس حکم ملا اور انہوں نے مویشیوں کی قربانی کی تو بنی اسرائیل کے لوگوں نے پاک پروردگار کی تعریف میں گیت گائے اور موسیقی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی:

"جس لمحے موسیقی بجانے والے اور گیت گانے والے پاک پروردگار کی حمد وثناء کے گیت گا رہے تھے اور یکجا ہو کر اس کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ ویسے ویسے ڈرم بجانے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، وہ علامات اور دیگر آلات موسیقی سب ہی پروردگار کی مداح میں ہیں کیونکہ وہ ذات پاک ہے، اس کی خالص محبت ہمیشہ رہنے والی ہے، پھر پروردگار اور اس کا گھر دونوں ہی راضی ہو گئے۔"[13]

داؤدؑ کی کتاب (زبور) بھی ایسے ہی گیتوں کا مجموعہ ہے جو آلات موسیقی کے ساتھ گائے گئے تھے۔

"اے خدا! میں آپ کی تعریف میں ایک نیا گیت گاتا ہوں، میں صرف آپ ہی کی تعریف میں گیت گاتا ہوں، موسیقی کی دس دھنیں بجا کر"[14]

قرآن کی رو سے جمالیات:

قرآن پاک میں انسانی زندگی اور مسحور کن اس کائنات کے اہم پہلوؤں پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ شکیل الرحمٰن ایک ہندوستانی اردو مصنف جو بابائے جمالیات کے لقب سے مشہور ہیں، حسن کو قرآنی حوالے سے کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"جمالیات کا قرآنی تصور انسان کی ظاہری اور باطنی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی لانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ انسان کو ایک ایسا نظریہ ودیعت کرتا ہے جس سے وہ اپنی دنیا اور کائنات کو تسخیر کرتا ہے۔ اپنی تخلیقی صلاحیتوں پر روشنی ڈالتا ہے، اپنی زندگی کی تاریکیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ زندگی کی خوبصورتی کو بڑھاتا ہے، اپنے خالق حقیقی کو پہچانتا ہے، خداداد مظاہر سے لطف اندوز ہوتا ہے، حقائق اور سچائیوں سے پردہ اٹھاتا ہے اور اپنے تجرباتی علم کو وسیع کرتا ہے۔ قرآنی جمالیات نہ صرف حسن کا احاطہ کرتی ہے بلکہ یہ عظمت کی مختلف اقسام کو ایک بلند پایہ مقام عطا کرتی ہے۔"[15]

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ[16]

(اور تمہارے لیے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کے لیے چھوڑتے ہو۔)

سورہ احزاب میں ایک اور جگہ قرآن مجید میں انسانی شخصیت اور کردار کے حسن کو یوں بیان کیا گیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[17]

(تحقیق ہم نے تمہارے لیے نبی پاکؐ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔)

حسن کے بارے میں قرآن، نظریہ حسن کو تمام کائنات کے ساتھ منسلک کرتا ہے اور اسے فن یا فنون لطیفہ کے ساتھ محدود نہیں کرتا۔ جب ہم اس کائنات کی خوبصورتی اور اس کے عجائبات پر غور کرتے ہیں تو اس کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ
فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[18]

(وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں، (کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تُو سب عیبوں سے پاک ہے۔ سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔)

قرآن کے حسن کے بارے میں بات کرتے ہوئے ایک جرمن فلسفی Johan Wolfgang Van Goethe اپنے تجربے کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جیسے کہ ہم قرآن تک رسائی حاصل کرتے ہیں تو یہ ہمیشہ ایک نئی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ پُرکشش، حیران کن اور آخرکار قابل تعریف کتاب دکھائی دیتی ہے۔"[19]

قرآن کی دو سو سے زائد آیات حسن کے تصور سے متعلق ہیں۔ عربی زبان کے تین الفاظ اپنی اقسام کے لحاظ سے مندرجہ ذیل خصوصیات رکھتے ہیں:

۱۔ حسن (Beauty) ۲۔ زینت، سجاوٹ (Decoration) ۳۔ حسن، فخر (Splendour/Pride)

اس سلسلے میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ قرآن پاک نہ صرف کائنات کی خوبصورتی اور جمالیات کا ذکر کرتا ہے بلکہ وہ انسان کو کائنات کے ان تمام خوبصورت پہلوؤں کی کھوج لگانے اور ان کے بارے میں جاننے کے لیے انتہائی کوشش کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات خاص طور پر ان لوگوں کے لیے موزوں ہیں جو مذہب اور مذہبی لوگوں کو جمالیاتی احساس سے محروم بلکہ ان کو فن اور خوبصورت طرز زندگی کی راہ میں ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ
الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ

الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ[20]

(تم فرماؤ، اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں ایمان والوں کے لیے ہے قیامت میں تو خاص انہی کے لیے ہو گا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لیے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔)

اسی سورۃ کی ایک اور آیات میں نفیس کپڑوں اور فضول خرچی کی ممانعت کی گئی ہے۔ جب کہ نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا بھی کہا گیا ہے:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[21]

(اے اولاد آدم! ہر عبادت کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

مندرجہ ذیل آیت انسان کے خوبصورت خالق اور اس کی تخلیق کے تمام مراحل کی وضاحت کی ایک جامع مثال ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ[22]

(پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے ایک دوسری صورت بنا دیا، تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو خوبصورت اور عمدہ بنایا، جب وہ انسان کی تخلیق کے بارے میں بات کرتا ہے تو اپنی تخلیق کی خوبصورتی اور تناسب کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ[23]

(درحقیقت ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔)

نگاہوں کے سامنے رنگ و نور کی جو کائنات ہے وہ حد درجہ حسین اور خوبصورت ہے۔ اس سے ذوق نظر کی تسکین ہوتی رہتی ہے۔ رنگ و نور کی اس کائنات میں انسان بھی حسن کا ایک جاذب نظر پیکر ہے۔ خالق نے جو چیز خلق کی، خوب خلق کی۔ انسان کا وجود بھی موزونیت اور جاذبیت لیے ہوئے ہے۔ لہٰذا احسن کا ایک بے مثال خوبصورت پیکر ہے۔ یہ جمالیاتی وحدت تحیرات کی

جمالیات کے ان گنت پہلوؤں سے آشنا کرتی رہتی ہے۔راہ حسن پر علم حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔حسن کی راہ پر علم حاصل کرنے والے ہر تخلیق کی مناسبت اور ہم آہنگی(Symmetry)اور(Harmony)کو پہچان لیتے ہیں۔[24]

معروضی طور پر بات کرتے ہوئے قرآن نہ صرف زندگی کی تمام خوبصورتی کو سراہتاہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتاہے۔حتیٰ کہ حسن اور فنی مقصد کے لیے جاندار اور غیر جاندار ذی روح کی تصویریں، مجسمے اور مورتیاں بنانے کی بھی ترویج دیتاہے۔

موضوعی طور پر بات کرتے ہوئے قرآن اس بات کی ترغیب دیتاہے کہ ہم ہر جگہ اور ہر چیز میں خوبصورتی کامشاہدہ کریں اوراس کو خدائی صفات کامظہر سمجھیں اور اسی طرح تمام خوبصورت خیالات اور اعمال بھی اسی کے مطابق ہوں۔

معروضی وموضوعی،اندرونی وبیرونی،مادی وغیر مادی ہونے کے علاوہ ایک فلسفہ اور سائنس بھی ہے۔حقیقت میں حسن ایک ہی وقت میں فلسفہ اور سائنس سے متعلق ہوتاہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسن کا سائنس اور فلسفے کے لحاظ سے مطالعہ ممکن ہے۔عام طور پر جمالیات کے فلسفے کا عقلی بنیادوں پر تجزیہ، حسن کے مکمل تناسب اوراس کے اندر چھپی ہوئی خصوصیات کا احاطہ کرتاہے۔جبکہ ایک سائنسدان مختلف چیزوں کی وجوہات کو عقل کی بنیاد پر دریافت کرتاہے۔جمالیات کا نقاد عقلی اور معروضی طریقے کو اپنا کر ایک سائنسدان کے کام کو پرکھتاہے اور جائزہ لیتاہے اور پھر کوئی نتیجہ اخذ کرتاہے۔

مختصر یہ کہ ایک فن پارے کی خوبصورتی کا سائنسی اور فلسفیانہ طور پر مطالعہ کرنے کے لیے استدلالی اور قیاسی دونوں ہی معیاروں پر پرکھنا چاہیے۔اس کی بنیادیں جزو عقل کے مطابق ہوتے ہیں۔لہٰذا ایک سائنسدان اور نقاد خوبصورتی کے لغوی اور اصطلاحی دونوں پہلوؤں پر بات کرتاہے اور پھر بالآخر اسے احساساتی، عقلی، سائنسی اور فلسفی لحاظ سے پرکھنے کے بعد کوئی نتیجہ اخذ کرتاہے۔

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِئَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ
لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[25]

(جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں،ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس کی سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔)

حسن عقیدہ

لغوی اشتقاق:

لفظ عقائد جمع ہے۔ اس کا واحد عقیدہ ہے۔ اس کا مادہ "ع ق د" ہے۔ باب ضَرَبَ، یضرب سے یہ عَقَد مصدر بنتا ہے جس کا معنی ہے: مضبوط ہونا، پختہ ہونا وغیرہ۔ جیسا کہ لغت عرب میں کہا جاتا ہے: عقد الحبل (رسی کو گرہ لگانا)، عقد البیع او الیمین (بیع یا قسم کو پکا کرنا)، عقد الزھر (پھول کے اجزاء کا جمع ہو کر پھل بن جانا)، اسی سے لفظ عقیدہ کا معنی ہے، وہ بات یا نظریہ جس پر پختہ یقین کیا جائے، جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے۔[26]

عقیدے کی ضرورت و اہمیت:

انسانی تہذیب و ثقافت اس کے اجتماعی اعمال سے جنم لیتی ہے انسانی اعمال اس کے فکر و فلسفہ کا نتیجہ ہوتے ہیں جب کہ انسانی سوچ اور فکر عقیدے اور نظریے سے پروان چڑھتی ہے گویا انسانی سوچ و فکر اعمال اور تہذیب و ثقافت کی بنیاد عقیدہ ہوتا ہے۔

عقیدہ کا معنی و مفہوم:

لفظ عقیدہ عقد کے مادہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑنے باندھنے اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں اسی سے "عقد الحبل اور عقد العھد والبیع" بولا جاتا ہے یعنی رسی کو ایک دوسرے سے مضبوط باندھنا، گرہ لگانا، نیز بیع اور عہد کو پختہ کرنا، اس طرح عقیدہ کا معنی ہوا اعتقاد، پختہ خیال، یقین کامل، ناقابل تردید نظریہ، ایسا فیصلہ یا نظریہ جس کے ماننے والوں کے لیے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالی، اس کے رسولوں، فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، یوم آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانے کو عقیدہ کہتے ہیں۔[27] اسی طرح ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں کہ عقیدہ کا معنٰی و مفہوم لفظ عقیدہ، 'عقد' سے ہے جس کے معانی گرہ اور گانٹھ لگانے کے ہیں یعنی عقیدہ نہ بدلتا ہے نہ ہی کھلتا ہے۔ وہ قلبی تصدیق جو کسی تصور میں یقین کی کیفیت پیدا کرے عقیدہ کہلاتی ہے۔[28]

عقیدہ کیا ہے؟

عقیدہ۔۔۔ ان فیصلوں کا نام ہے جنہیں۔۔۔ انسان اپنی عقل سے سوچ کر، کانوں سے سن کر، اور قوانین الٰہی کے ذریعے پرکھ کر صاد کرتا ہے۔ یہ فیصلے دوٹوک اور بے لاگ ہوتے ہیں، عقل و نقل کی کسوٹی پر قطعی پورے اترتے ہیں۔ اسی لیے ایک بار جب اس کا ذہن اس قسم کا کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے، اور اپنے دل و دماغ میں وہ ٹھان لیتا ہے کہ جو اس نے سوچا وہی برحق اور درست ہے، تو اب کوئی طاقت اسے نہ اپنے فیصلے سے ہٹا سکتی ہے، نہ ہی اس کے اندر کسی قسم کا نقص، فتور یا شک شبہ کا احتمال اس کے دل میں پیدا کر سکتی ہے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان کی جمالیاتی اساس

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ

عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ
وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا
بَعِيدًا[29]

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے، اور اس کتاب پر بھی جو وہ اس سے پہلے نازل کر چکا ہے اور (جان رکھو کہ) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوںؑ اور قیامت کے دن (اس کے حضور میں پیشی) کے منکر ہوں، وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔)

قرآن مجید:

یہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ میزان اور فرقان ہے۔ اور پہلی کتابوں کے لیے اس کی حیثیت ایک "مھیمن" کی ہے جو محافظ اور نگران کے معنی میں آتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ کتاب الٰہی کا اصل قابل اعتماد نسخہ قرآن ہی ہے، لہٰذا دین کے معاملے میں ہر چیز کے ردوقبول کا فیصلہ اب اسی کی روشنی میں کیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ[30]

(پھر ہم نے (اے پیغمبرؐ) تمہاری طرف یہ کتاب نازل کی ہے، قول فیصل کے ساتھ اور اس کتاب کی تصدیق میں جو اس سے پہلے موجود ہے اور اس کی نگہبان بنا کر، اس لیے تم ان کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور جو حق تمہارے پاس آچکا ہے، اس سے ہٹ کر اب ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔)

عقیدۂ آخرت

توحید کے بعد دوسری صفت جو ہر زمانے میں تمام انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَام پر منکشف کی گئی اور جس کی تعلیم دینے پر وہ مامور کیے گئے وہ آخرت پر یقین رکھنا تھا۔ کیونکہ دین کا پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے جس کی عبادت کی جانی چاہیے اور دوسرا بنیادی اصول آخرت پر یقین رکھنا ہے جسے سورۃ البقرہ ۲ کی پہلی ہی آیت میں بالترتیب اس طرح فرمایا گیا ہے:

الَّذِيْنَ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ[31]

(وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔)

اور وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ[32]

(اور آخرت پر یقین رکھیں۔)

اور ایسے ہی لوگوں کو ان ہی آیات میں مُتَّقِین (ڈروالے) کے لقب سے نوازا گیا ہے اور بلند مرتبہ کتاب (قرآن) ایسے ہی ڈروالوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی گئی ہے۔

انتخابِ انبیاء کی اہم وجہ:

خدائے تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو اگر کلمہ حق بلند کرنے کے لیے منتخب کیا تو منتخب کیے جانے کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَار (قدرت اور علم والے) تھے، بلکہ جیسا خود خدائے تعالیٰ سورۂ ص (۳۸) کے رکوع ۴ میں فرماتا ہے کہ ان چیدہ بندوں کو منتخب کیے جانے کی وجہ ان کی یہ خالص صفت تھی کہ وہ دارِ آخرت کو یاد رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی یاد دلاتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ [33]

(اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ قدرت اور علم والوں کو بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے۔)

جب کوئی اللہ اور اس کی قدرت اور حکمت پر ایمان لے آتا ہے تو وہ ایسا سہارا تھام لیتا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور وہ نتیجتاً فلاح کا حقدار بن کر اس چیز کو پالیتا ہے جس کا اس سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یعنی آخرت کی کامیابی۔ دین میں عقیدۂ آخرت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فرمایا گیا ہے:

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا [34]

(اس (اللہ) کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام بھلا۔)

دینِ اسلام میں عقیدۂ آخرت کی اسی اہمیت کی وجہ سے روزِ جزا کو برحق ماننا ایک مومن کی صفات میں دیگر صفات کے ساتھ لازمی سی چیز قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ان کی اس صفت کو اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ [35]

(اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔)

توحید و رسالت کا قولی و جمالیاتی اظہار

کلمہ شہادت

مسلم معاشرے کا امتیازی وصف یہ ہے کہ یہ معاشرہ اپنے تمام معاملات زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے احساس پر قائم ہوتا ہے۔ کلمہ شہادت اسی عبودیت کا اظہار کرتا ہے اور اس کی کیفیت متعین کرتا ہے۔

لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) اسلامی عقیدہ کے رکن اول۔۔۔یعنی کلمہ شہادت۔۔۔کا پہلا جزو ہے جس میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ بندگی وعبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہے۔ "محمد رسول اللہ" اس کا دوسرا جزو ہے اور اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اس بندگی کی کیفیت اور اس طریقہ کو صرف رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا جائے گا۔ مومن اور مسلم کا دل وہ دل ہے جس کی گہرائیوں میں یہ کلمہ اپنے ان دونوں اجزاء سمیت پوری طرح جاگزیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں شہادتوں کے بعد ایمان کے جتنے ستون اور اسلام کے جتنے ارکان ہیں، وہ دراصل ان شہادتوں کے تقاضے میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملائکہ پر ایمان، اللہ کے رسولوںؑ پر ایمان، آخرت پر ایمان، تقدیر خیر وشر پر ایمان، اسی طرح نماز، روزہ، زکوۃ اور حج، اور پھر حدود، تعزیرات، حلال وحرام، معاملات، قوانین، اسلامی ہدایات وتعلیمات ان سب کی اساس اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر استوار ہوتی ہے اور ان سب کا منبع وہ تعلیم ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے ہم تک پہنچائی ہے۔

سراپائے جمال:

خالق جمال نے رسول خاتم ﷺ کو ظاہری وباطنی حسن وکمال کا وہ خوبصورت امتزاج عطا فرمایا تھا کہ تاریخ عالم نہ تو اس جیسی کوئی دوسری مثال پیش کر سکتی ہے اور نہ ہی قیام قیامت تک اس کی کوئی نظیر پیش کی جا سکے گی۔ آپؐ کے پیکر جمال کو احسن الخالقین نے وہ زیبائی اور رعنائی عطا کی ہے کہ انفس وآفاق کی تمام رنگینیاں اس کے سامنے ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ یہ بات محض ہماری ذاتی عقیدت یا کسی مبالغہ آرائی پر مبنی نہیں ہے بلکہ احسن البیان یعنی کلام الٰہی اس پر شاہد صادق ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[36]

(بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک نمونہ ہے۔)

حُسن لازوال کا عملی پیکر ﷺ

آپ ﷺ کے الفاظ میں جمالیات:

نبی اکرم ﷺ کی ذات ہر لحاظ سے جمالیاتی کمال کی بہترین مظہر تھی۔ آپؐ کا کلام، گفتگو، اظہار خیال اور فصاحت وبلاغت مثالی تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے:

"بعثت جوامع الکلم"[37]

(مجھے مختصر ترین کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس میں وسیع تر معنی ہیں۔)

قرآن پاک کی خوبصورت تلاوت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو خوبصورت چہرے اور سریلی آواز کے ساتھ بھیجا اور آپؐ کو بھی خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز کے ساتھ بھیجا۔"[38]

ابوبردہ نے ابوموسیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ سے فرمایا:

"اگر تم مجھے دیکھتے، جیسا کہ میں کل رات تمہاری تلاوت (قرآن پاک) سن رہا تھا (تو خوش ہوتا)۔ آپ درحقیقت داؤد علیہ السلام کی طرح پیاری آواز سے مالا مال ہیں۔"[39]

اسلامی تہذیب کے جمالیاتی اثرات:

انسان کی مدنی اور اجتماعی زندگی کے لیے تہذیب ایک فطری اور لابدی چیز ہے۔ پیدائش انسان کے بعد اس کی پرورش کے لیے پہلی جگہ ماں کی گود ہے اور اس کے بعد خاندان، معاشرہ اور تعلیم گاہ ضروری ٹھہرتی ہے۔ مدنیت انسان کی فطرت اور تہذیب اس کی اساس ہے۔ تہذیب (سویلائزیشن) کو آپ خواہ لفظی اعتبار سے دیکھیں خواہ تاریخی اعتبار سے اس کا مطالعہ کریں، ہر دو اعتبار سے اس کا تعلق سماجی اور اجتماعی زندگی سے جڑا ہوا نظر آئے گا۔ عربی زبان میں بھی اس کے لیے مدنیت، حضارت اور ثقافت جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور انگریزی میں اس کے لیے Civilization کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ختم المرسلین ﷺ نے جس انداز سے اس امر کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا وہ تاامروز جاری ہے اور ابلاغ توحید کا یہ سلسلہ ہر دور میں اسلام کا اولین مقصد رہا ہے۔ مسلم تہذیب کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں ایسے لوگ شامل ہیں جو کہ علاقائی، جغرافیائی، نسلی اور لسانی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر عقیدہ توحید ان سب میں قدرے مشترک ہے جو کہ اصل میں مسلمانوں کے لیے ایمانی قوت ہے جس سے دل میں زندگی اور زندگی میں معنویت، وسعت اور آفاقیت جگہ پاتی ہے، اور تمام مسلم ایک قوم نظر آتی ہے جو کہ فرمان نبی ﷺ تمام مومن ایک آدمی کی طرح ہیں۔"[40]

ہندوستان کی ثقافت پر اسلام کے جمالیاتی اثرات:

ہندوستان کا قومی ورثہ، مغل فن تعمیر اپنی مثال آپ ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں قدیم زمانے سے جدید دور تک مختلف طرز ہائے تعمیرات ملتے ہیں۔ مہر گڑھ تہذیب کے مٹی اور اینٹوں کے مکانات، وادی سندھ کی تہذیب کے عظیم شہروں موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں پیچیدہ منصوبہ بندی، پکی اینٹوں سے بنے ہوئے مکانات، نکاسی آب کے نظام اور بڑے بڑے گودام اور پشاور، سوات اور ٹیکسلا میں پائی جانے والی گندھارا تہذیب میں بدھ مت کے اسٹوپے[41]، (جو یونانی اور ایرانی طرز تعمیر کا امتزاج ہیں) اس کی قدیم مثالیں ہیں۔[42]

اسلامی دور میں غزنوی اور غوری سلطنتوں کی تعمیرات، مغلیہ دور کے لاہور کے شاہی قلعہ، شالیمار باغ، بادشاہی مسجد اور دیگر نمایاں ہیں۔[43] برطانوی نو آبادیاتی دور میں کراچی اور لاہور میں گوتھک اور نوکلاسیکل طرز کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔[44] سکھ دور میں گوردوارہ جنم استھان، سمرک محل اور پنجہ صاحب جیسی تعمیرات کی گئیں جبکہ ابھی اور کرتارپور راویریا کو بنایا گیا۔ ہندو مندروں میں کٹاس راج مندر، ہنگلاج ماتا مندر وغیرہ شامل ہیں۔[45]

آرٹ:

برصغیر کے تمام صوبوں کی مقامی بولیوں اور زبانوں میں شاعری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں اور ہر صوبہ کے مقامی اسلوب اور لسانی پیرائے کا اظہار ملتا ہے۔ پنجابی زبان میں ایک نمایاں لہجہ ہمیں دوہڑے اور ماہیے کی صنف میں ملتا ہے۔ اسی طرح سرائیکی دوہڑا بھی بے حد پسند کیا جاتا ہے۔ لوک شاعری میں تمام علاقوں میں حمد، نعت، نظم، غزل، رزمیہ نظمیں، عشقیہ داستانیں، عشقیہ گیت، لوریاں اور پہیلیوں کی صورت میں کلام ملتا ہے۔ لوک گیت کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ بلوچی لوک گیتوں میں لیلڑی، لیکو، زہیروک، لاڑوگ، ھالو، سوت اور موتک جیسی اقسام شامل ہیں۔ سندھی شاعری میں غزل ، نظم بیت، دوہے، وائی، کافی، آزاد نظم، سانیٹ، ٹپہ، ماہیا اور ہائیکو جیسی اصناف میں کلام ملتا ہے۔ پشتو لوک گیت بہت مقبول ہیں مثلاً لنڈئی، چاربیتہ، نیمہ کئی، بگتئی، بدلہ، لوبہ اور اللہ ھُویہ سب پشتو لوک گیت کی اقسام ہیں۔ پاکستان کے روایتی آلات موسیقی میں دف، طبلہ، ستار، رُباب، سارنگی، بین، بانسری، ڈھول، ڈھولک، تھال، گھڑا، ایکتارا، شہنائی، چمٹا، ہارمونیم، الغوزہ، طنبور، بھورینڈو، چاردھاپاپ میری رُباب، بلوچی بینجو، سرود، سروز، وینہ، تانپورہ ، دنبورہ وغیرہ سرفہرست ہیں۔[46]

رسم الخط:

ہندوستان میں عربی زبان کے لیے نسخ اور رقعہ، دیوانی رسم الخط استعمال ہوتے ہیں۔ اردو زبان کے لیے نسخ، نستعلیق رسم الخط کو زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے مگر عربی اور اردو کی خطاطی کے لیے دیگر رسم الخط میں کوفی، ثلث وغیرہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

روایتی لباس:

برصغیر میں روایتی لباس مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں جو ہر ایک خطے کے منفرد ثقافتی ورثے اور آب وہوا کی عکاسی کرتا ہے۔ مرد حضرات کے ملبوسات میں شلوار قمیص، کرتہ، دھوتی لنگی، پگڑی، اجرک، ٹوپی وغیرہ شامل ہیں۔ کئی جگہوں پر انگریزی لباس بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خواتین کے ملبوسات میں شلوار قمیص(متعدد اقسام)، لاچا، گھاگرا، قرتی، لہنگا، پھولکاری، چولی وغیرہ شامل ہیں۔

مغلیہ فن تعمیر:

ہندوستان میں مغلیہ فن تعمیر اپنی بے مثال فنکارانہ اور تاریخی اہمیت کے لیے عالمی سطح پر مشہور ایک عظیم اور شاندار عہد نامہ کے طور پر کھڑا ہے۔ مغلیہ فن تعمیر اپنی مہارت، کاریگری اور انجینئرنگ کے کارناموں کے لیے مشہور ہے جو تاریخ کے صفحات کو روشن کرتا ہے۔ مغلیہ دور حکومت نے اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب جیسے مختلف باذوق حکمرانوں کے زیر اثر ایک ایسے طرز تعمیر کی سرپرستی کی جس نے اسلامی، فارسی، ترکی اور برصغیر کے اثرات کو ملا کر بے مثال خوبصورتی اور جدت کے ساتھ فن تعمیر کے شاہکار بنائے۔ مغلیہ فن تعمیر کی خصوصیت بلند وبالا میناروں، پیچیدہ گنبدوں اور سنگ مرمر کے نقش ونگار سے ہے جو لاہور کی بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالامار باغ اور ٹھٹھہ کی شاہ جہاں مسجد جیسی مشہور عمارتوں کی زینت ہیں۔ ہندوستان میں موجود مغلیہ تعمیرات میں مختلف عمارتیں ایسی ہیں جن کو یونیسکو نے عالمی ورثے کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ ان میں لاہور کا شاہی قلعہ، شالامار باغ، شہاجہاں مسجد ٹھٹھہ، بادشاہی مسجد لاہور، مسجد وزیر خان، مقبرہ جہانگیر، اکبری سرائے اور مقبرہ آصف خان شامل ہیں۔[47] ذیل میں چند اہم مغلیہ تعمیرات کا ذکر تفصیلاً کیا جاتا ہے:

ا۔ شاہی قلعہ:

یہ قلعہ اندرون شہر لاہور کے شمالی سرے پر واقع ہے اور ۲۰ ہیکٹر (۴۹) ایکڑ سے زیادہ رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس قلعے میں ۲۱ قابل ذکر یادگاریں ہیں جن میں سے کچھ بادشاہ اکبر کے دور کی ہیں۔ اس قلعہ کی موجودہ شکل اکبر بادشاہ نے ۱۵۶۶ء میں بنوائی تھی۔

۲۔ نولکھا محل:

یہ محل شاہ جہاں کے عہد میں ۱۶۳۳ء میں تعمیر کیا گیا۔ یہ قلعہ لاہور کا ایک شاندار نظارہ ہے جو نمایاں سفید سنگ مرمر سے بنا ہے اور اپنی مخصوص خم دار چھت کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر پر قریباً ۹ لاکھ روپے لاگت آئی جو کہ اس وقت ایک غیر معمولی رقم تھی۔[48]

۳۔ شیش محل:

یہ محل شاہی قلعہ کے شمال مغربی کونے میں برج بلاک کے اندر واقع ہے۔ شاہ جہاں کے دور حکومت میں نور جہاں کے والد مرزا غیاث بیگ نے تعمیر کروایا تھا۔ آرائشی سفید سنگ مرمر کے محل کی دیواروں کو فریسکوز (مصوری کی ایک تکنیک جس میں رنگوں کو تازہ، گیلی پلاسٹر کی دیوار یا چھت پر براہ راست لگایا جاتا ہے) سے سجایا گیا ہے۔ شیش محل، شاہی خاندان اور اس کے قریبی ساتھیوں کے ذاتی استعمال کے لیے مخصوص تھا۔[49]

۴۔ موتی مسجد:

یہ مسجد بھی شاہی قلعہ کے اندر واقع ہے۔یہ مسجد سفید سنگ مرمر کی وجہ سے مشہور ہے۔اس کی تعمیر کا آغاز ۱۶۴۵ء میں مغل بادشاہ ،شاہ جہاں کے دور میں ہوا اور اس کی تکمیل ۱۶۵۳ء میں ہوئی۔یہ شاہ جہاں نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے تعمیر کی تھی۔اس مسجد کی دیکھ بھال اور حفاظت ہمارے تاریخی ورثے کی حفاظت کے لیے نہایت اہم ہے۔[50]

۵۔بادشاہی مسجد:

بادشاہی مسجد ۱۶۷۱ء سے ۱۶۷۳ء کے درمیان مغل بادشاہ محی الدین اورنگزیب کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔یہ مسجد مغلیہ طرز تعمیر کی ایک اہم مثال ہے، جس کا بیرونی حصہ تراشے ہوئے سرخ پتھر اور سنگ مرمر سے سجایا گیا ہے۔یہ مغلیہ دور کی سب سے بڑی مسجد ہے اور پاکستان کی تیسری سب سے بڑی مسجد ہے۔[51]

۶۔شالامار باغ:

شالامار باغ لاہور کا ایک مشہور تاریخی باغ ہے جو مغل باشاہ شاہ جہاں کے حکم پر ۱۶۴۱ء-۱۶۴۲ء میں تعمیر ہوا۔یہ باغ مغل طرز تعمیر اور باغبانی کی ایک بہترین مثال ہے۔مغلیہ فن تعمیر میں باغات کو "چہار باغ" کے تصور کو ہمیشہ سامنے رکھا جاتا تھا جس میں گراؤنڈ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ پانی کی نہریں اور فوارے نصب کیے جاتے تھے۔یہ باغ کل ۸۰ ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔باغ میں مختلف قسم کے درخت اور پھول لگائے گئے ہیں جو موسم بہار میں خاص طور پر خوبصورتی کا منظر پیش کرتے ہیں۔

خلاصہ تحقیق و نتائج بحث

حُسن و جمال ظاہری و معنوی اس کائنات کا جزو لاینفک ہے۔عقائد اسلام انسان کی باطنی روشنی اور خوبصورتی کے لیے ناگزیر ہیں۔فکری وحدت انسان کی شخصیت کو وہ حسن عطا کرتی ہے جو اس کے ہر ہر عمل سے جھلکتا ہے۔اسلامی تعلیمات بالخصوص عبادات انسان کو اپنے خالق و مالک کے ساتھ منسلک رکھنے کے لیے ایک خوبصورت ذریعہ ہیں جس کے بغیر انسان کی شخصیت ادھوری ہے۔

انسان فطری طور پر حسن پرست ہے۔یہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جس سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔انسانی فطرت میں حسن پرستی کا یہ پہلو انسانی ثقافت و تہذیب کی پُرشکوہ عمارت کی ترقی سے پروان چڑھا ہے۔اگر قدرت نے انسانی دل کو حسن کی اس لازوال محبت سے لبریز نہ کیا ہوتا تو شاید ثقافت و تہذیب کے یہ ہر جگہ موجود خدائی مظاہر دنیا میں بالکل ناپید ہوتے۔اگر خدا کا حکم ہوتا تو انسانی جبلت میں سے حسن پرستی اور ثقافت و تہذیب تباہ و برباد ہو چکی ہوتی اور بجائے ترقی اور پھلنے پھولنے کے یہ تباہی کے سیلاب میں یہ غرق ہو چکی ہوتیں اور دنیا میں ترقی کا کوئی نام نشان تک نہ ہوتا۔یہ مبالغہ آرائی ہے نہ ہی کوئی افسانہ بلکہ یہ سب بنیادی اور بدیہی حقیقتیں ہیں۔کوئی پوشیدہ سچ یا راز نہیں۔ایسے واضح سچ ہیں جس سے چیزیں سچ کے سوا اور کچھ نہیں رہتیں۔

سفارشات و تجاویز

مذکورہ تحقیق کے نتیجے میں راقم درج ذیل تجاویز و سفارشات پیش کرتا ہے:

۱۔ اسلامی تعلیمات بالخصوص عقائد اور عبادات کو جمالیاتی نقطہ نظر سے پڑھایا جائے۔ کیونکہ یہ محض رسوم یا عادات نہیں بلکہ یہ حُسن ادا، دعا اور وفا کا حسین مجموعہ ہیں جن کو بنظر تحسین دیکھنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ اسلامی تعلیمات اور بالخصوص قرآن مجید کو بھی جمالیات تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ حسن و جمال، دل کشی اور جاذبیت کا باعث ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے قرآن اور اسلامی تعلیمات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

۳۔ دیگر اطراف واصناف علوم کی طرح جمالیات کو بھی باقاعدہ ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھانے بلکہ باقاعدہ نصابی شکل میں مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ تہذیبی و ثقافتی سطح پر پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کی روشنی میں رسوم و رواج اور طرزِ زندگی کا جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ جو رسوم و رواج خلافِ وقارِ آدمیت ہیں، ان کو ختم کرکے حسن و وقارِ انسانیت کا شرف بحال کیا جاسکے۔

حوالہ جات

[1]۔ الغاشیہ ۱۷:۸۸-۲۰

[2]۔ مجنون، احمد صدیقی، تاریخ جمالیات، علی گڑھ، ترقی اردو ہند، ۱۹۵۹ء، ۱۱-۱۲

[3]۔ راغب اصفہانی، علامہ، المفردات فی غریب القرآن، (اردو ترجمہ: مولانا عبدہ) اہل حدیث اکیڈمی لاہور، ۱۱۳

[4].Hans Wehr, A Dictionary of Modern Written Arabic, Edited by: J. Milton Cowan, Spoken Language Services, Inc. 1976. P.137

[5].The Cambridge Dictionary of Philosophy Cambridge University of Press UK, 2nd Ed, p.36

[6]۔ غزالی، محمد امام، کیمیائے سعادت، (اردو ترجمہ: سعید نقشبندی)، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۲

[7]۔ خطبات امام جعفر صادق (روایات مفضل)، مرتب: شیخ فضل اللہ ہائری، (اردو ترجمہ: سید مشرت اللہ شاہ)، پیس پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۰۶

[8]۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، طیف اقبال، خطبات، لاہور اکیڈمی لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۷۸

[9]۔ ناصر، نصیر احمد، فلسفہ حسن، نسیم بک ڈپو جھارکنڈ ہندوستان، ۲۰۲۳ء، ص ۵۲

[10]۔ فلسفہ حسن، ص ۱۸

[11].Exodus 15, The Holy Bible, Watchtower Bible and Treat Society of New York USA, 2013, p.19-21

[12].Exodus 15, The Holy Bible, p.19-21

[13].Chronicles, 5:13, The Holy Bible, p.611

[14].Psalm, 144:9, The Holy Bible, p.867

[15]۔ شکیل الرحمٰن، قرآن حکیم جمالیات کا سرچشمہ، عرفی پبلیکیشنز ہریانہ انڈیا، ۲۰۰۰ء، ص ۳۲-۳۳

[16]۔ النحل ۱۶:۶

[17]۔ الاحزاب ۳۳:۲۱

[18]۔ آل عمران ۱۹۱:۳

[19].R.V.C-Badley, The Messenger, Doubleday Company New York USA, 1946, p.237

[20]۔ الاعراف ۳۲:۷

[21]۔ الاعراف ۳۱:۷

[22]۔ المومنون ۱۴:۲۳

[23]۔ التین ۴:۹۵

[24]۔ شکیل الرحمٰن، قرآن حکیم: جمالیات کا سرچشمہ، عرفی پبلیکیشنز ہریانہ دہلی، ۲۰۰۰ء، ۹-۱۲

[25]۔ البقرہ ۲۶۱:۲

[26]۔ بلیاوی، مولانا عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مادہ ع ق د، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۵۴

[27]۔ القاموس الوحید، مادہ عقدہ، ص ۱۱۰۴

[28]۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، اسلام کے بنیادی عقائد، مکتبہ منہاج القران پرنٹرز لاہور، جولائی ۲۰۱۳، ص ۱۰

[29]۔ النساء ۱۳۶:۴

[30]۔ المائدہ ۴۸:۵

[31]۔ البقرہ ۳:۲

[32]۔ البقرہ ۴:۲

[33]۔ ص ۴۵:۳۸-۴۶

[34]۔ الکہف ۴۴:۱۸

[35]۔ المعارج ۷۰:۲۷-۲۶

[36]۔ الاحزاب ۳۳:۲۱

[37]۔ بخاری، صحیح، باب قول النبی ﷺ، نصیر الطیر، رقم الحدیث: ۲۹۷۷

[38]۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱/۳۷۶

[39]۔ مسلم، رقم الحدیث: ۱۸۵۲

[40]۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم،، داراحیاء التراث العربی بیروت، رقم الحدیث: ۲۵۸۴

[41].Possehl, G.L. (2002), The Indus Civilization: A Contemporary Perspective. AltaMira Press

[42].Behrendt, K. A.(2007), The Art of Gandhara in the Metropolitan Museum of Art, Metropolitan Museum of Art.

[43].Koch, E. (2014), Mughal Architecture: An Outline of Its History and Development (1526-1858). Primu

[44].Tillotson, G. H. (1989). The Tradition of Indian Architecture: Continuity, Change, and the Politics of Style since 1850. Yale University Press

[45].Mumtaz, K. K. (1989). Temples of Koh-e-Jud & Thar:. Lahore: Anjuman Mimaran

[46].https://www.travel-culture.com/Pakistan/musuc/instruments.shtml
https://www.bbc.com/urdu/entertainment-42225605

[47].UNESCO. (2024,July 2).Pakistan. Retrieved from https://whc.unesco.org/en/statesparties/pk

[48].Rajput, A. (n.d.). Architecture in Pakistan Publications

[49].Koch, E. (1991). Mughal Architecture: An Outline of Its History and Development, 1526-1858

[50].Qureshi, S. (1988). Lahore: The City Within. Singapore: Concept Media, 1988.

[51].Meri, J. (2005). Medieval Islamic Civilization: An Encyclopedia.